صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی تقریب رخصتانہ

۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء مطابق ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ کو بوقت ۶ بجے شام کے قریب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بی۔ اے مولوی فاضل خلف الرشید حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ بارات دار المسیح سے چل کر کوٹھی دار السلام میں آئی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی شمولیت لڑکی والوں کی طرف سے تھی۔ اس لئے حضور بارات سے پہلے کوٹھی دار السلام میں تشریف لے آئے تھے۔ اور بارات حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب قبلہ ایم۔ اے کی سرپرستی میں آئی۔ اس تقریب پر بعض احباب باہر سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جو شامل مسرت تھے۔ خانصاحب میاں محمد عبداللہ خانصاحب بنفس نفیس مہمانوں کا ویلکم فرما رہے تھے۔

تقریب رخصتانہ بہت سادگی سے عمل میں آئی۔ صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ سابق مبلغ ماریشس نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ پھر ماسٹر علی محمد صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی کا لکھا ہوا ایک سہرا دو لڑکوں نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔ جس کے بعض بند بہت اچھے تھے۔ اس کے بعد خانصاحب مولوی ذو الفقار علی خان صاحب نے ایک سہرا پڑھ کر سنایا۔ اور پھر حافظ عبد الرحمٰن صاحب نے سورہ قٓ کا کچھ حصہ پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک نظم جو مکرمی اختر صاحب سٹاف وارڈن کی لکھی ہوئی تھی نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔

پھر میر محمد اسحاق صاحب نے ایک تقریر فرمائی جو آج کے دن کی طرح ایک تاریخی تقریر سمجھی جائیگی۔ اور اس کے بعد حضرت میر صاحب کی درخواست پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ایک مختصر تقریر فرما کر دعا فرمائی۔ اور دعا کے بعد حضور نے وہیں نماز مغرب بھی پڑھائی۔ خان محمد عبد اللہ خانصاحب نے احباب کے لئے کوٹھی کے باغ میں ایک جگہ شامیانے لگوا رکھے تھے۔ اور دریاں اور قالین بچھوا کر کوچیں اور کرسیاں بچھوادی تھیں۔

یہ تقریب نہایت ہی سادے طریق سے عمل میں آئی۔ بہت سے لوگ جو اپنی اولاد کی ایسی تقاریب اسلئے سرانجام نہیں دے سکتے کہ وہ دھوم دھام سے تقریب سرانجام دینے کیلئے روپیہ کا انتظام نہیں کر سکتے ان کے لئے اس مبارک تقریب میں بہت سا اسوہ حسنہ موجود تھا۔

ایک طرف خدا کے نبی اور رسول کا پوتا اور پھر اس کے پاک خلیفہ کا لخت جگر دلہا۔ دوسری طرف خدا کے رسول اور نبی کی نواسی اور پھر اسکی پیاری بچی کی بچی دولہن۔

مگر قرآن اور دعا کے سوا وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی جبکہ ہم اہل بیت نبوی کی اس مبارک تقریب میں بذات خود شامل ہو کر ان برکات اور فیوض سماوی کا شاہدہ کر رہے تھے۔ جنکا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو دیا تھا۔ تمام احباب کے چہروں پر مسرت اور خوشی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سراپا مسرت بنے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی مبارک تقریبیں بار بار اور جلد جلد اس مبارک خاندان میں پیدا کرے۔ جو ترقیات اور افضال الہی کا مورد اور مصدر ہیں اللھم زد فزد

اس مبارک تقریب پر ہم صدق دل سے اپنی طرف سے اور تمام قارئین کرام کی طرف سے
خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام
اور خاندان حضرت نواب صاحب قبلہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں ؎

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

والسلام۔ گذار بندہ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم

حمد و ثنا کا ترانہ

مسلمان لڑکوں کے مل کر گانے کیلئے

از جناب چودھری نعمت اللہ خانصاحب گوہرؔ بی۔اے

میں شکر کس زباں سے تیرا کروں خدایا ؛ اپنے کرم سے تو نے مسلم مجھے بنایا
قرآن مجھ کو بخشا، ایمان مجھ کو بخشا ؛ عرفان اپنا بخشا، نورِ ہدیٰ دکھایا
پھیلی ہوئی جہاں میں جب چار سو تھی ظلمت ؛ تیرے نبی نے آکر پیغامِ حق سُنایا
انوارِ دیں سے یکسر، عالم ہوا منوّر ؛ مردہ زمیں کو آبِ رحمت سے پھر جلایا
دنیا و دیں کے انعام اتنے ملے جہاں کو ؛ جن کا نظیر ڈھونڈے سے بھی نظر نہ آیا

ادنیٰ غلام اس کے کرتے ہیں بادشاہی
کسقدر تخت اس کا اونچا گیا بچھایا

آئے اُمورِ دیں سب دُور مشکلیں کیں ؛ حملوں سے دشمنوں کے اِسلام کو بچایا
تا دیں کی شان و شوکت آگے سے ہو فزوں تر ؛ وعدے کو پورا کرنے تیرا مسیح آیا
آوازِ صور گونجی محشر کا شور اٹھا ؛ سوتے ہوؤں نے خوابِ غفلت سے سر اٹھایا
کچھ اسطرح سے چمکا وہ چودھویں مہتاب ؛ عالم تمام اس کی کرنوں سے جگمگایا
اب تک سرور اُسکا باقی ہے میرے دل میں ؛ وحدت کا جام پیارے ساقی نے جو پلایا
اے میرے ربِّ اکبرؔ! اے میرے بندہ پرور ؛ فضل و کرم کا تیرے کس نے ہے اَنت پایا

گوہرؔ کو بھی عطا ہو درگہ میں باریابی
جس نے یہ نغمہ تیری حمد و ثنا میں گایا

احمدیّت اور خلافت

از جناب چوہدری نعمت اللہ خانصاحب گوہرؔ بی۔اے

کام جب کر چکی سب ختمِ نبوّت اپنا ؛ میری البیلی خلافت کا زمانہ آیا
دورِ صدّیقی و فاروقی نے پلٹا کھایا ؛ آیا حصہ میں ہمارے وہی جامِ صہبا

جس کی خمخانۂ یثرب میں پڑی تھی تمہید
پانی پانی ہے جسے دیکھ کے جامِ جمشید

مَیں ہوا خواہِ خلافت ہوں خلافت میری ؛ ہے یہی پشت و پناہ بعدِ رسالت میری
سرِ تسلیم کیا خم! ہوئی عزّت میری ؛ بڑھ گئی چرخِ چہارم سے بھی رفعت میری

سینکڑوں تمغے ہیں سر بازِ خلافت کیلئے
جاں بھی دے دیجیئے اعزازِ خلافت کیلئے

جاہ و اقبال یہی دولت و ثروت ہے یہی ؛ دین و ایمان یہی۔ راہِ طریقت ہے یہی
دہر میں ناشرِ انوارِ نبوّت ہے یہی! ؛ ساقیٔ ماہ وش بادۂ وحدت ہے یہی

جس نے اس راز کو سمجھا نہیں انسان ہے کیا؟
وہ انسان تو بتلاؤ کہ حیوان ہے کیا؟

ہنسوں کونجوں کی قطاروں میں بھی قائم ہے نظام ؛ شہد کی مکھیوں نے پایا اسی سے اکرام
ہو نہ آگاہ جو مسلم تو ہے حیرت کا مقام ؛ دیکھو تسبیح کے دانوں میں بھی ہوتا ہے امام

معتقد چور بھی ہیں چیلے ہیں ڈاکو اس کے
دل سے گُن گاتے ہیں چنگیز و ہلاکو اس کے

ہے خلافت ہی سے معمور جہانِ رحمت ؛ ہے یہی معنئے اُتمّمتُ علیکمُ نعمت
ہوا صدّیق خلیفہ بنی اپنی قسمت ؛ یعنی وہ محرمِ اسرار حکیم الامت

سخت دشوار گذار اور تھی گھاٹی پُرخار!
نور دیںؓ ہو گیا اس راہ میں مشعل بردار

دشت و گلزار پہ احسان ہے نورالدیںؓ کا ؛ ہر گل و خار پہ احسان ہے نورالدیںؓ کا
عاشق زار پہ احسان ہے نورالدیںؓ کا ؛ چشمِ بیمار پہ احسان ہے نورالدیںؓ کا

موردِ برقِ تجلّی تھی نگاہیں اُس کی
عرش سے پار نکل جاتی تھی آہیں اُس کی

صدق سے دھونی دہ حق پہ رمائی کس نے ؛ درسِ قرآن کی محفل وہ سجائی کس نے
ایڑ رہوارِ خلافت کو لگائی کس نے ؛ لشکرِ کفر پہ تلوار چلائی کس نے

تمکنت دین کو حاصل ہوئی کافی وافی
کرکے دکھلا دیا سچ وعدہ استخلافی

روز و شب ہم کو سکھایا کہ شریعت ہے وہی ؛ بعد ازاں سنّت و الہام و احادیثِ نبیؐ
نئی تعلیم کی قرآں نے نہ حاجت چھوڑی ؛ آیا ہے خدمتِ ملت کیلئے احمدؐ بھی

پھر ہوا واصلِ حق ہم کو نصیحت کرکے
اتحاد اور محبت کی وصیّت کرکے

اُسکی وارث ہوئی یہ پاک جماعت اپنی ؛ سورۂ جمعہ میں مذکور ہے عظمت اپنی
شیخ کو گو نہ ہو معلوم حقیقت اپنی ؛ قدسیوں میں تو ہے مشہور سیادت اپنی

حیدر و بوذر و سلمان ہیں ہم میں موجود!
عمر و طلحہ و عثمان ہیں ہم میں موجود

ہے رسا بخت تو اقبال ہے یاور اپنا ؛ ایک ادنیٰ سا ہے چاکر شہِ خاور اپنا
ہم جو داور کے ہوئے ہو گیا داور اپنا ؛ قول اندھوں کو نہیں آئیگا باور اپنا

برگزیدہ ہیں خدا کے تو نبیؐ کے پیارے
توڑنے آئے ہیں ہم چرخِ بریں کے تارے

درِ اغیار پہ جھکتے نہیں غیور ہیں ہم ؛ آج شرمندۂ کن قیصر و فغفور ہیں ہم
رہرو و راہِ دنائت سے بہت دُور ہیں ہم ؛ حبِ اسلام سے تسلیم ہے معمور ہیں ہم

آسمانِ شرفِ دین کے نیّر ہم ہیں!
وارثِ ملکِ سلیمان و سکندر ہم ہیں!

پیشوا اپنا غنیمت ہے، کہ محمودؓ ہے آج ؛ وہی یعسوب وہی قوم کا موعود ہے آج
آگیا ہاتھ ہمیں گوہرؔ مقصود ہے آج ؛ راہ ہر فتنہ و شر کی ہوئی مسدود ہے آج

شبِ دیجور کٹی مہرِ سیادت چمکا
ظلمتیں دُور ہوئیں نورِ خلافت چمکا

ردّ غایۃ المرام

(حضرت عرفانی کبیر کے قلم سے)

۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے ماتحت حضرت والد صاحب قبلہ نے سلیمان پٹیالوی کی کتاب "غایۃ المرام" کا مفصّل ردّ لکھا۔ اور ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے اس کا مسودہ دیکھا۔ اور جگہ جگہ اپنے قلم سے بعض ایزادیاں فرمائیں۔ مگر افسوس یہ ہے۔ کہ یہ جواب اب تک نہ کتابی صورت میں اور نہ ہی اخباری صورت میں طبع ہو سکا۔ ۱۹۱۹ء میں حضرت والد صاحب قبلہ نے ایک دفعہ نظارت تالیف و تصنیف سے خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ وہ اسے اپنے خرچ پر شائع کر دے۔ مگر نامعلوم کن وجوہات کی بنا پر اس خواہش کو بھی کامیابی کا جامہ پہننا نصیب نہ ہؤا۔ آج ۲۶ سال کے بعد میں اس درمکنون کو بذریعہ اخبار الحکم قسط وار شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ وہ احباب جو حضرت عرفانی کبیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریروں کو شوق سے پڑھنے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ وہ اس قیمتی تحریر کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اصل جواب سے قبل دو چٹھیاں اور ایک دیباچہ شائع کرنا ضروری ہے۔ پہلی چٹھی ناظر صاحب تالیف و تصنیف کے نام ہے جس میں اس کتاب کے لکھے جانے کی مختصر تاریخ درج ہے۔ دوسری چٹھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے نام ہے۔ اور پھر ایک قیمتی دیباچہ بعنوان عرض حال ہے۔

(محمود احمد عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی حضرت ناظر صاحب تالیف و اشاعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اس چٹھی کے ذریعہ ایک امر اہم کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور توقع کرتا ہوں۔ کہ

(۱) آپ جلد سے جلد مجھے جواب سے ممنون فرمائیں گے

(۲) حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے قاضی سلیمان پٹیالوی کی کتاب غایۃ المرام اور تائید الاسلام کا جواب لکھنے کی مجھے خاص طور پر ہدایت کی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ کہ میں اخراجات طبع دیدونگا۔ ان کی زندگی میں غایۃ المرام کا جواب میں نے لکھ ڈالا۔ ۹ مئی ۱۹۱۳ء کو شروع کیا تھا۔ اور ۱۵ جولائی ۱۳ء کو ختم کر دیا۔ جسکو ساتھ ساتھ حضرت ممدوح درست فرماتے رہے اور بہت کچھ پسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے اس کی کتاب کے ایک جزو کا جواب اگر میں غلطی نہیں کرتا حافظ روشن علی صاحب کے بھی سپرد کیا تھا۔ اور وہ رسالہ مختصر تھا۔ اسلئے اسکا جواب طبع ہو گیا۔ اواخر ۱۹۱۳ء میں اُن کے ہی ارشاد کے ماتحت مجھے بمبئی جانا پڑا۔ اور پھر ایسے وقت آیا۔ کہ آپ کی صحت نازک ہو رہی تھی۔ اس کتاب کا طبع ہونا معرضِ التواء میں رہا۔ پھر وفات کے بعد دوسرے فتن نے مجھے متوجہ نہ ہونے دیا۔ اب جبکہ میں خدا کے فضل سے کسی قدر فرصت پا گیا ہوں میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ ان تالیفات کو شائع کر دوں۔ اس کا دیباچہ اور ایک حصّہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے تمام مسودات کو خود دیکھا۔ اور درست کیا ہؤا ہے۔ اور پسند کیا ہؤا ہے۔

پس آپ مہربانی کر کے مجھے اطلاع دیں کہ کیا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے لکھی ہوئی کتاب (جس کے اخراجات حضرت ممدوح نے دینے کا وعدہ فرمایا تھا) کے طبع کرانے میں آپ کیا مدد دے سکتے ہیں۔ والسلام

خاکسار یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان 5/1/19

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدی ایدک اللہ بنصرہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) غایۃ المرام کے جواب کا انٹروڈکشن ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اگر وہ مسودے جو حضور کے پاس ہیں۔ درست ہو گئے ہوں۔ تو عطا فرمادیں۔ تاکہ میں دیکھ لوں۔ کہ کونسا حصّہ ان میں نہیں۔ اسے پھر لکھوں۔

۲۔ میری چند کاپیاں چھپنے والی ہیں۔ اس لئے امرتسر اور لاہور جانے کی ضرورت ہے۔ اجازت چاہتا ہوں۔

خاکسار یعقوب علی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عرض حال

اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش ہو جس نے دنیا کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جو وقتاً فوقتاً نوعِ انسان کی بھلائی کے لئے روح القدس سے مؤید ہو کر دنیا میں آئے۔ اور انہوں نے اپنی علمی اور عملی قوتوں کے ذریعہ عبد اور معبود کے گم شدہ رشتہ کو ہر زمانہ میں قائم کیا۔ اور صداقت کی روشنی سے دنیا کو باطل کی ظلمت سے نجات دی۔

اور خصوصیت سے صلوٰۃ اور سلام ہے راستبازوں کے سرتاج اور انبیاء و مامورین کے اس امام اور فخر پر جو دنیا میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نام سے نازل ہوئے جو کل نبیوں کے موعود اور مبشر اور شاہد علی الرسل تھے۔ جن کی نبوۃ کسی ایک ملک یا قوم یا ایک خاص زمانہ تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اس نبوت کا دائرہ مرکزِ انسانیت پر کھینچا گیا تھا۔ اور اس دامنِ نبوۃ کو قیامت اور مابعد القیامت تک وسعت ملی تھی۔

وہ نبی جو ابوالملت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا عملی نشان جو کلیم طور کا مثیل مگر قوۃ اور استعداد میں اس کا مقتدا اور امام تھا۔ وہ فاران کا جلالی مظہر اور جناب مسیحؑ کا فارقلیط اور روحِ حق جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کی قابلیت رکھنا بھی نبی ناصری کے نزدیک ایک قابلِ رشک عزت ہے ہاں جو دنیا کے لئے آیۃ رحمت (ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین) تورات و انجیل اور صحفِ انبیاء کی محتاجِ تکمیل پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں۔ پس یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اس عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا یہ ادنیٰ نشان ہے۔ کہ آپ کے باطنی فیوض سے قوت اور طاقت پا کر ہر صدی پر ایک مجدّد مبعوث ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے قوت و تائید پا کر تجدید دین اور اصلاحِ امت کے عظیم الشان کام کو کرتا ہے۔ اور اسطرح پر وہ نبوۃ محمدیہ کا زندہ ثبوت اور نیا ظہور ہوتا ہے۔

قوت قدسی کی ایسی نظیر اور اظہار نبوت کا ایسا نمونہ کسی دوسری قوم میں پایا نہیں جاتا۔ اس لئے یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ ایک زندہ اور زندگی بخش نبوۃ ہے۔ جو آثارِ نبوت کو نہ صرف تازہ رکھتی ہے۔ بلکہ گذشتہ نبیوں کی نبوۃ پر موت اور فنا کا زبردست ہاتھ چل گیا ہوتا اگر نبوۃ محمدیہ انہیں بقائے دوام کا تاج قرآن کریم کے ذریعہ عطا نہ کرتی۔

کیا تورات اور انجیل کے ان مسخ شدہ نسخوں کو پڑھ کر (جو اسوقت پادریوں کی دستبرد کے نیچے ہیں) کوئی شخص نبوۃ کے اعلیٰ مقام اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی پاک شخصیت پر زندگی بخش ایمان پیدا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہ قرآن کریم اور اس کے لانے والے نبی رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے فیوضات و برکات کا ایک چھینٹا ہے جس نے ان تمام نبوتوں کو زندہ کیا۔ اس لئے یہ کہنا سراسر حق اور جائز ہے۔ کہ فاران کی تجلّی کا مظہر فی الحقیقت ایک حاشر ہے۔ اور اس کو سجتا ہے۔ کہ وہ کہے۔

انا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی

پس ایسے بابرکت وجود پر پھر اور پھر درود پڑھو اَللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ محمد و علیٰ اٰلِ محمد و بارک وسلم

پھر سلام ہو اس موعود امام پر جو چودھویں صدی کے سر پر تجدید دین اور اصلاحِ امت کے لئے مسیح اور مہدی کے نام سے آیا۔ ہاں جس کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پہنچایا۔ اور جس کو امام حکم عدل ٹھہرایا۔ ہاں جس کے وجود پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فخر کیا۔ کہ وہ امت کو ہلاک سے بچالیگا۔

امابعد

ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ یہ ایک بندھا ہؤا قانون اور اٹل نظام قدرت ہے۔ کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی روحانی اور اخلاقی اور تمدنی اصلاح کیلئے ہمیشہ داعیان حق کو آیات بینات دے کر

بھیجا ہے۔ اور یہ فضل کسی قوم اور ملک سے مخصوص نہیں رہا۔ بلکہ ہر امتہ وبستی اس فضل سے بہرہ مند ہوئی۔

ہاں سعادت مندوں اور روح و راستی کے فرزندوں نے اُن مامورین ومصلحین کی آواز پر لبیک کہا۔ اور ان کے پیچھے ہولئے۔ مگر جو راستی سے دُور اور تاریکی کے فرزند تھے انہوں نے حق کی مخالفت کی۔ اور اپنے بل بوتے پر اس حق کے مقابلے کیلئے نکلے اور چاہا۔ کہ نور اللہ کو پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر انہیں ہمیشہ ذلت اور ناکامی کے گڑھے میں گرنا نصیب ہوا۔ اسلئے کہ الحق کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ کہ وہ باطل کو شکست دے۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقًا

نبیوں کی سیرت اور حزب اللہ کے واقعات زندگی اس پر گواہ ہیں۔ کہ جس شخص نے اس خدائی کام کا مقابلہ کیا۔ اس کا انجام وہی ہوا۔ جو نیچرل طاقتوں کے خلاف مقابلہ کرنیوالوں کا ہوتا ہے۔ قرآن مجید ان نظائر کا ایک زندہ اور صادق گواہ ہے۔ کہ اسطرح پر نور حق کے بجھانے والوں کی کوششیں خود ان کے جلا دینے کا موجب ہوگئیں۔ اور اس مقابلہ سے وہ نور آفاق میں پھیل گیا۔

صداقتوں کے جامع اور نبوتوں کے خاتم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مشرکوں۔ یہودیوں۔ عیسائیوں اور ہر گروہ کے مخالفوں نے آپ کی بعثت سے لیکر وفات تک اور پھر آجتک نئے اور پرانے ہتھیاروں کے ساتھ کیا کیا سر توڑ کوششیں نہیں کیں؛ اور اس الٰہی چٹان پر قدیم زمانے کے تبر وتیشہ کے علاوہ اس زمانہ کے ڈائنامیٹ لے کر حملہ آور ہوئے۔ مگر وہ سب کے سب چکنا چور ہوئے۔ اسی طرح پر جو خدا کے ایک راستباز نے اس کی پیدائش سے چھ سو سال پہلے کہا کہ

"یہ وہ پتھر ہے جس پر یہ جا گرا۔ اُسے پیس ڈالا۔ اور جو اس پر گرا چکنا چور ہو گیا"۔

پس ہیرو اینڈ ہیرو ز ورشپ کے مصنف مسٹر کارلائل کا مقولہ کہ

"اس دنیا میں ہر شخص کو کوشش کرنے دو۔ خواہ زبان سے خواہ تلوار سے یقین رکھو کہ جو بات مغلوب ہونیکے لائق نہیں ہے۔ وہ کبھی مغلوب نہ ہوگی"

انبیاء علیہم السلام اور اُن کی تعلیم کے مقابلہ کرنے والوں پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ وہی ایک صداقت اور حق ہے۔ جس کو دنیا کی کوئی مجموعی یا انفرادی قوت مٹا نہیں سکتی حتّٰی کہ عناصر کی قوتیں آگ۔ پانی باد و برق بھی اُسے نہیں مٹا سکتیں۔ بلکہ وہ

اس حق کے تابع اور صداقت کی مسخر ہوتی ہیں

یہ ایک قانون اور نظام ہے جس کو ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام سے لے کر آدم توحید صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں راستبازوں کی مخالفت ہوئی۔ اور شدید مخالفت ہوئی۔ مگر آخر اور بالآخر

راستباز ہی کامیاب ہوئے۔

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور کرم سے اصلاح الناس کیلئے آدم کو خلیفہ کیا۔ اور ملائکہ کو اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ انہوں نے اس حکم کی اطاعت سے سعادت کا حصّہ لیا۔ اور وہ فیض جو آدم کی اطاعت سے وابستہ تھا۔ انہیں ملا۔ لیکن اپنے علم اور رمل پر ناز کرنے والا نادان ابلیس انا خیرٌ منہ کہہ کر ایک راستباز کے مقابلہ کیلئے اٹھا۔ اور اپنے تکبّر و نخوت کو رہنما بنا کر اپنے مربی ومحسن حقیقی سے سرکشی کرلی۔ اس نے اپنے سارے زور و طاقت اور جتھے سے اس راستباز کی مخالفت کی مگر نتیجہ کیا ہوا؛

فاخرج انک من الصاغرین

آدمؑ و ابلیس کا مقابلہ، آدمؑ کی شاندار کامیابی۔ ابلیس کی ذلت و ناکامی کی عبرتناک نظیر قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اس طرح پر نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ ہودؑ۔ لوطؑ۔ شعیب علیہم السلام کو اپنے وقت میں مقابلے پیش آئے۔ ان کے عہد اور زمانے میں جس قسم کے اسباب اور ہتھیار مخالفت کے لئے مستعمل ہو سکتے تھے۔ وہ سب ان کی مخالفت میں مخالفین نے استعمال کئے۔ لیکن آخر انہوں نے ناکامی کے گڑھے میں مونہہ چھپا لیا۔ پر موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کہ کس طرح پر باطل کو شکست ہوئی۔ مگر اندھی دنیا ان نظیروں کو بہت جلد بھول جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ یہودی اور نصرانی لوگ ان واقعات سے آشنا تھے۔ لیکن جب حکیم فاران کا عہد آیا۔ جبکہ ابتدائے آفرینش سے لیکر کل زمانہ کی ضلالتیں اور ظلمتیں جمع ہوگئی تھیں۔ اور ہر قسم کی قباحتیں۔ شرارتیں اور تاریکیاں پھیل گئی تھیں۔ اس وقت یہ آدم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کل نبوتوں کے بروز کے رنگ میں آیا۔ تو پھر سب کے سب ان نظائر کو بھول کر مقابلے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے پاک مقصد اور کام کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ کس شے کی مخالفت میں اٹھے تھے۔ یہ کہنا قطعًا مبالغہ نہیں۔ بلکہ ہر ہر لفظ اپنے اندر صداقت کی قوت رکھتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الواقعہ رحمت فضل اور نعمتوں کے قاسم بشیر و نذیر۔ الداعی الی الخیر۔ نبی الامین۔ خاتم النبیین احمدؐ۔ محمدؐ اور محمودؐ تھے۔

قصّہ مختصر خدا تعالیٰ کے بعد وہی ایک تھا۔ اپنی ذات میں بےنظیر۔ اپنے صفات میں یکتا و دہر فرید تھے۔ نبوت کی عمارت جو بتدریج تعمیر ہوتی چلی آئی تھی۔ یہاں آکر کمال کو پہنچی۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی صفت بےنظیری کا وہ بےنظیر ظہور تھا۔ اس کے درجہ اس کے کمال اور رتبہ کو کوئی نہ پہنچا۔ ؏

بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

ایسا اکمل انسان، ایسا عظیم الشان آدم اس تاریک زمانہ میں الٰہی تائیدات اور نصرتوں اور روشن دلائل اور آیات بیّنات کے ساتھ آیا۔ مگر آنے والا ایک غریب مسکین اور یتیم کی صورت میں آیا۔ ہاں وہ بارعب اور پر شوکت بادشاہ جس کے نام لینے پر آج بھی اکثر تاجداران سلطنت تخت سے اتر آتے ہیں ایک فقیر کے لباس میں آیا۔ لیکن مخالفت کے میدان میں اسے بھی اپنے اعلیٰ اخلاق اور کمالات کا امتحان دینا پڑا۔ اس ہمہ رحمت کے ساتھ جو سلوک اس کی قوم اور ملک نے اسوقت کیا۔ جن مشکلات اور مصائب میں سے اس کو گذرنا پڑا اور اپنے صداقت نامہ پر جن قیمتی خونوں سے مہریں لگانی پڑیں۔ وہ ایک خونین داستان ہے۔ جو عرب کی تاریخ میں

صحابہؓ کے پاک خون سے لکھی گئی ہے

عرب کے سنگریزے اور ریگستان کے ذرات آج تک اس خونِ شہیدان کی یاد کو تازہ کئے دیتے ہیں۔ یہ کیوں ہوا؟ یہ بھی اسی آدم وابلیس کی نظیر کا نیا ظہور تھا۔

آہ! کسقدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے۔ کہ وہ شخص جو قوم میں صادق اور امین کہلاتا تھا۔ اسے دعوۃ الی الحق پر ساحر کذّاب اور مفتری کہا گیا؛ وہ پاک وجود جو دنیا کیلئے رحمت ہو کر آیا تھا۔ دار الندوہ میں اس کے قتل کا مشورہ ہوا۔ اور اس کو اپنے پیارے وطن اور مادر مسکن سے الگ ہونا پڑے۔ صرف اسی جرم پر کہ وہ خدا کی طرف سے مامور اللہ کے رسول، دنیا کے لئے بشیر ونذیر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی آواز اسی رنگ میں آتی ہے اور خدا کا مامور آکر دنیا کو پکارتا ہے۔ تو الف و لام کے غلام آدم وابلیس کے واقعہ کو پھر تازہ کرتے ہیں۔ اور اس کی مخالفت میں کمربستہ ہو جاتے ہیں۔

پس

ہمارے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں۔ کہ اگر آج اس شخص کی مخالفت میں ابلیس اپنے لشکر کو تحریک کرے۔ جو کہتا ہے۔ کہ

مَیں آدم ہو کر آیا ہوں

یہ ہمارے اپنے زمانہ کا واقعہ ہے۔ آنکھوں دیکھی واردات ہے۔ آپ بیتی کہانی ہے۔

وہ دینِ قویم جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی پاک جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا خون بہا بہا کر دنیا میں پھیلایا تھا۔ جو ہزاروں اور لاکھوں قربانیوں کے بعد ہم تک پہنچا تھا۔ اس زمانہ میں اس کی جو حالت ہو رہی تھی۔ وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ اندر اور باہر سے اس کے بیشمار دشمن پیدا ہو گئے۔ اور قدیم اور جدید آلاتِ حرب سے مسلح ہو کر وہ اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ قریب تھا کہ اسلام کو مٹا دیا جاتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس مرد خدا کو پیدا نہ کرتا۔ جس کے لئے کہا گیا تھا۔ کہ

'وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے اوّل میں ہوں اور آخر مہدی'؛

وہ اپنے وقت پر وعدہ کے موافق آیا۔ اور ایسی حالت میں کہ تاریکی اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اور ایمانی اور عملی قوتوں میں فتور اور فساد پیدا ہو چکا تھا۔ اور ہر طرف سے ضلالت اور گمراہی کی ایک تیز آندھی چل رہی تھی۔ وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں۔ اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی تھی۔ جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے۔ اُن کا مصداق چند رسوم یا اسراف و ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں۔ اور جو حقیقی نیکی ہے اس سے بکلی بےخبری ہے۔ پھر اس زمانہ کا فلسفہ بھی روحانی صلاحیت کے سخت مخالف پڑا ہوا ہے۔ اس کے جذبات اس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنے والے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوئے ہیں۔ وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوئے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں۔ غرض اندر اور باہر سے اسلام

پر حملے ہو رہے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے موافق اُمّت کو ہلاکت سے بچانے والے مہدی کو بھیجا۔ جو بیماران اُمّت کا مسیح تھا۔ تو ہر طرف سے ایک شور مخالفت کا اُٹھا۔ اور ان خطابات الفاظ و شکایات سے اس برگزیدہ کو مخاطب کیا گیا جو ہمیشہ راستبازان ملّت دشمنوں سے سنتے آئے ہیں۔

یہ آنے والا کون تھا۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کے لئے مامور ہو کر آیا؛ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا خادم و غلام۔ اس آفتاب نبوة کا سایہ اس دبستان نبوت کا تعلیم یافتہ۔ ربّ مہیمن سے تربیت پذیر

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

جس نے آکر اسی لب ولہجہ میں جو خدا کے مامورین و مرسلین کا ہوتا ہے۔ دنیا کو کہا۔ کہ مَیں وہی ہوں جس کی خبر قرآن کریم اور احادیث شریف میں دی گئی ہے۔ مَیں وہی ہوں جس کے انتظار میں تمہارے باپ دادے گذر گئے۔ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا۔ غرض میں ہی مسیح موعود ہوں جس کے نزول کی تمام دنیا منتظر تھی۔ میں اسی طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ کے خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ جس کی روح ہیرودیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان پر اٹھائی گئی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سیّد الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لئے آیا جس کے حق میں ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً تو اُس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اول کا مثیل مگر رتبہ میں اس سے بزرگ تر تھا۔ ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا۔ اور یہ مثیل المسیح قوة اور طبع اور خاصیّت مسیح ابن مریم کی پاکر اسی زمانہ کی مانند اسی مدّت کے قریب جو کلیم اوّل کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اُترا۔ اور وہ اُترنا روحانی طور پر تھا۔ جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے اور سب باتوں میں اس زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اُترا۔ جو مسیح ابن مریم کے اترنے کا زمانہ تھا تا

سمجھنے والوں کے لئے ایک نشان ہوا

اس عظیم الشان دعویٰ نے دنیا میں ایک زلزلہ ڈال دیا۔ جو اس عظیم الشان انسان کی بعثت اپنے آقا و مولا سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہوئی۔ نہ اس کے ساتھ کوئی دنیاوی جاہ و جلال تھا نہ وہ امیر الامراء تھا۔ اور نہ کسی یونیورسٹی کا گریجوایٹ اور دستارِ فضیلت حاصل کنندہ نہ ظاہری اور رسمی علوم و فنون کا سند یافتہ۔ نہ کسی ایسے عظیم الشان شہر میں آیا۔ جہاں ہر قسم کے ظاہری سامان ترقی معلومات کے لئے میسّر آ سکتے تھے۔ بلکہ ایک گمنام گاؤں قادیان میں نازل ہوا۔ جہاں نہ کوئی یونیورسٹی تھی۔ نہ لائبریری۔ نہ علماء و فضلاء کا مجمع۔ جہاں کے باشندے وحشی۔ بے دین اور جاہل تھے جنہیں دینیات سے کوئی مس و مذاق نہ تھا۔ ایسے خاندان میں پیدا ہوا جس میں مدتیں گذر گئیں دینی چرچے مفقود ہو چکے تھے۔ اسی طرح جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں بعثت نبوّی کے وقت کوئی چرچہ نہ تھا۔

بلکہ بعض افراد اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی گستاخیاں کرتے۔ اور احکام الٰہیہ کی بے حرمتی کرنے میں بیباک اور دلیر تھے۔ اس قسم کی سرزمین اور اس قسم کے خاندان میں وہ شخص پیدا ہوا جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اصلاح الناس کیلئے مامور ہوا۔ اور جس نے دنیا کے سامنے پکار کر کہا۔

"میں ہوں جو تمہاری اصلاح کے لئے آیا ہوں میں ہوں جو اللہ تعالےٰ کے دین کے مخالفوں پر حجت تمام کر کے دلائل کی تلوار سے انہیں مغلوب کرنے آیا ہوں۔ مَیں ہوں جس کے مقابلہ سے اسلام کے دشمن عاجز آجائیں گے۔ مَیں صلیب کو دینی لحاظ سے توڑونگا۔ اور اسلام کی اشاعت کرونگا مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کے نقش قدم پر بھیجا ہے۔ مجھے اُن کے راستہ پر چلایا ہے۔ جو ان نیکوکاروں کا انجام ہوا تھا۔ وہی میرا ہوگا۔ میں کامیاب ہو کر مرونگا۔ اور میرے دشمن ہلاک ہو جائیں گے۔ لیمتّعنک حیاة طیبہ"

اس اور دوسری قسم کے بہت سے دعاوی اس نے دنیا کے سامنے پیش کئے۔ یہ آواز فضائے عالم میں گونجی۔ اور دوست و دشمن نے سنی۔ باوجودیکہ ماموریں کی مخالفت کرنے والوں کی نظیریں قرآن کریم میں موجود تھیں۔ مگر پھر بھی تھوڑے اور بہت ہی تھوڑے نفوس نے اُن سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس آدم کے مقابلہ میں ابلیس اور اس کی ذریّت نئے ہتھیاروں سے مسلّح ہو کر نکلی۔ اس جگہ مجھ کو اس داستان کا لکھنا مقصود نہیں۔ کہ کس کس طرح شیطان نے اس آدم کا مقابلہ کیا۔ ہاں اتنا کہتا ہوں۔ کہ اگر برٹش تاج کا اقبال اور شوکت اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک نشان نہ ہوتا۔ تو دنیا کے سیہ کار۔ عباد الطاغوت اس آدم کے قتل اور سفک الدم کیلئے پوری چالاکیوں سے کام لیتے۔ تاہم ایک آئینی گورنمنٹ کے ماتحت رہ کر جن چالاکیوں اور شیطنتوں سے کام لیا جا سکتا تھا مسیح موعود اور اس کی جماعت کو دکھ دینے کیلئے وہ تمام منصوبے اور ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ اور اس مخالفت میں وہ تمام قومیں شریک ہو گئیں۔ جو سمجھتی تھیں۔ کہ ان کے باطل عقیدوں پر اس کے دلائل و براہین کا تبر چل رہا ہے اور وہ جھوٹے عقیدوں کے بُت اس کے ہاتھ سے پاش پاش ہو رہے ہیں۔

عیسائیوں اور آریوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی مخالفت کا چنداں افسوس نہ تھا۔ کیونکہ وہ اسلام کے مجموعی دشمن تھے۔ مگر افسوس تو یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے وہ لوگ جو اپنے آپ کو ورثة الانبیاء کے مصداق اور محراب و ممبر کی رونق قرار دیتے تھے۔ وہی مخالفت کے لئے اُٹھے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے۔ کہ اگر برٹش حکومت کا عدل و انصاف اور اس کی پُر شوکت انتظامی قوت ہمارے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوتی۔ تو جس طرح پر ریگ زردِ عربستان میں پاک خون بہایا گیا۔ سرزمین ہند بھی ان خون کے دریاؤں سے رنگین ہوئے بغیر نہ رہتی۔ جو مسیح موعودؑ اور اس کی جماعت کا بہایا جاتا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے پہلے سے اس بخیر اور عادل گورنمنٹ کو بھیجد یا تھا اسلئے ہم صدق دل سے اس گورنمنٹ کے عزت و اقبال اور روحانی بھلائی

کے لئے دعا کرتے ہیں۔

غرض حضرت مسیح موعودؑ۔ اور آپ کی جماعت کی بیحد مخالفت کی گئی۔ چونکہ ہتھیاروں سے کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اس لئے اس زمانہ کے ہتھیار زبان اور قلم سے خوب کام لیا گیا۔ ہر قسم کی بدزبانی اور سب و شتم اس کے لئے اور اس کی جماعت کے لئے روا رکھا گیا۔ علماء سوء کے ترکش بڑا زہریلا تیر کفر کا تھا۔ وہ چلایا گیا۔ مگر دیکھنے والوں نے دیکھا۔ اور سننے والوں نے سنا۔ کہ اس تمام مقابلہ میں شیطان اور اسکا لشکر ہمیشہ ذلیل اور نامراد ہوا۔ یہ تمام واقعات اگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو میں سیرة المہدی اور تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں مفصل لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور اگر مجھے موقعہ نہ ملا۔ تو جسے اللہ تعالیٰ توفیق دیگا۔ وہ ان مناظر کو دکھائیگا۔

اس قسم کے مقابلہ اور مجادلہ میں وہ شیر حق اپنی جماعت کے ساتھ ہمیشہ غالب رہا۔ اس کے دشمنوں میں سے اکثر اس کی زندگی میں ذلیل و نامراد رہ کر فوت ہو گئے اور بعض اس سلسلہ میں تائب ہو کر داخل ہوئے۔ اور جو بچ رہے۔ وہ گوشۂ گمنامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کو قلم کا ایک نشان دیا گیا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو سلطان القلم قرار دیا۔ اس لئے اس قلمی میدان میں آپ نے متحدیانہ کتابیں لکھیں اور کبھی کسی کو طاقت اور حوصلہ نہ ہوا۔ کہ منفرداً یا متحداً ان کا جواب لکھیں۔ برخلاف اس کے مخالفین کی طرف سے جسقدر کتابیں یا رسالے ہمارے نظر سے گذرے سلسلہ کے خدام نے اُن کے کئی کئی جواب شائع کئے۔ مجموعی طور پر کوئی کتاب ایسے اعتراضات اپنے اندر نہیں رکھتی۔ جنکا جواب متعدد مرتبہ نہ دیا گیا ہو۔

ہاں بعض لوگ کبھی کسی رسالہ یا کتاب کو بغرض جواب پیش کر دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ رسالہ ہے جس کے جواب کے انٹروڈکشن میں یہ چند سطور میں لکھ رہا ہوں۔

یہ رسالہ جسکا جواب میں نے آئندہ اوراق میں لکھا ہے۔ پٹیالہ کے سررشتہ تعلیم کے ایک ملازم محمد سلیمان نے لکھا ہے۔ اور اس کا نام غایت المرام ہے۔ یہ رسالہ اپنے اندر کوئی نیا اعتراض نہیں رکھتا جس کے جوابات نہ دیئے گئے ہوں۔ لیکن چونکہ ایک جُدا نام کے نیچے ایک جداگانہ کتاب کی صورت میں بعض کم فہم لوگوں پر یہ اثر پڑتا ہے۔ کہ اس کتاب کا جواب نہیں ہوا۔ اس لئے اس کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے عہد سعادت میں کبھی یہ رسالہ یا اس کا مؤلف مشارٌ الیہ نہیں ہوا۔ کہ اُس کی طرف توجہ کی جاتی۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد حضرت امیر المومنین سیّدنا نور الدینؓ خلیفة المسیح اوّل کے عہد خلافت میں بعض لوگوں نے اس رسالہ کو جواب کیلئے بھیجا۔ حضرت امیر المومنین کا عہد خلافت سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ کیلئے ایک خاص وقوت و عزت کا عہد ہے۔ جو ترقیاں اس عہد میں ہوئی ہیں۔ میں نے انہیں عہد خلافت میں جو حیات نور کا ایک حصّہ ہے خدا کے فضل سے لکھا ہے۔ پس آپ نے پسند نہ کیا۔ کہ جبکہ اس کتاب کو دربارِ خلافت میں جواب کیلئے بھیجا گیا ہے۔ بلا جواب رہنے دیا جائے۔ محض اپنے کرم اور غریب نوازی سے حضرت امیر المومنین نے یہ رسالہ

اس خاکسار کے سپرد کیا ۔ کہ مَیں اس کا جواب قلم برداشتہ لکھدُوں
مَیں اپنے علم وفضل سے خوب واقف ہوں ۔ اور میں جانتا ہوں ۔ کہ اس سلسلہ کے ادنیٰ ترین خادموں میں سے مَیں بھی ایک ہوں جسے بلحاظ میری قابلیت کے سب سے آخری صف میں جگہ ملنی چاہیئے ۔ لیکن یہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے فیض صحبت اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی توجہ بابرکت کا اثر ہے ۔ کہ مَیں نے خدا کے محض فضل سے تائید پاکر چند روز میں اس رسالہ کا جواب لکھ دیا ۔

میری غرض چونکہ محض قاضی سلیمان پر اتمام حجت نہیں ۔ اور اتنا ہی مقصود نہیں کہ ایک رسالہ کا جواب ہوجائے ۔ اس لئے اگر مَیں چاہتا تو صرف چند صفحوں میں بطور ایک ریویو نگار کے اس رسالہ کے مصنّف کی علمی کمزوریوں اور رسالہ کے مصنّف کی علمی کمزوریوں اور رسالہ کے مضامین کی ژولیدہ بیانیوں کی حقیقت کھولدیتا ۔ لیکن اس سے شائد عوام کو فائدہ نہ ہوتا ۔ اس لحاظ سے میں نے پسند کیا ۔ کہ رسالہ کے ان مضامین پر کسی قدر لبط سے بحث کروں ۔ جو غایۃ المرام کے مصنّف کے نزدیک بزنگ اعتراض پیش ہوسکتے ہیں ۔ میں نے کوشش کی ہے ۔ کہ مصنف کے اعتراض کو حتی الوسع اسی کے الفاظ میں دیکر جواب دوں ۔ مگر کسی کسی جگہ مَیں نے اس کے اعتراض کا خلاصہ مطلب لیکر بھی جواب دیا ہے ۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ قاضی صاحب اس جواب سے کہاں تک فائدہ اٹھائیں گے ۔ لیکن میں یہ کہنے میں مضائقہ نہیں پاتا کہ میں نے اس کتاب کو زیادہ تر ان لوگوں کو مدنظر رکھ کر لکھا ہے ۔ جو اپنے دل میں صداقت کے لئے ایک تڑپ اور تلاش حق کیلئے ایک جوش رکھتے ہیں ۔ اور اگر میں اس طبقہ کو مدنظر نہ رکھتا اور حضرت امیرالمومنین کی غرض بھی یہی نہ ہوتی تو یقیناً مَیں اپنے وقت کو اس محنت کیلئے صرف کرنا گناہ سمجھتا ۔ میری غرض اظہار حق ہے ۔ اس حد تک جو مَیں سمجھتا ہوں ۔ اگر کسی موقعہ پر میرے الفاظ اور قلم میں اظہار حق کی وہ قوت اور قدرت نہ ہو ۔ جو اس کا حق ہے تو اس سے صداقت اور حق کی اصلی قوت میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوسکتی ۔ اس لئے میں اپنی کتاب کے پڑھنے والوں سے یہ التجاء کرتا ہوں ۔ کہ اگر ان کی نظر میں کوئی مقام ایسا ہو کہ اس پر ابھی مزید کلام کی حاجت ہے ۔ یا جو اشکال انہیں پیش آدیں ۔ وہ لکھدیں ۔ تو میں یا وہ شخص جس کو اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کا موقعہ ملیگا ۔ ان امور کی صراحت اور تفصیل کے لئے خدا سے توفیق پانے کی کوشش کریگا ۔

الغرض یہ رسالہ جو ناظرین صداقت پسند کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ یہ اس طرز اور طریق پر نہیں لکھا گیا ۔ جو مخالفین کا جواب دینے میں علی العموم برتا جاتا ہے ۔ بلکہ میں نے کوشش کی ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی ہے کہ یہ اظہار صداقت اور تائید حق کا ایک ذریعہ ہو ۔ مجھے اس سے یہ مقصود زیر نظر نہیں رہا ۔ کہ ایک مخالف کی کتاب کا جواب ہوجاوے ۔ پس ناظرین اسی سپرٹ سے اُسے پڑھیں ۔

بالآخر مَیں حضرت امیرالمومنین کی اس غریب نوازی کا جو انہوں نے مجھے خدمت دین کے لئے ایک قلمی جہاد کا موقعہ دیا صدق دل سے شکر گذار ہوں ۔ آپ کے خدام میں سینکڑوں اور ہزاروں ایسے بزرگ ہیں ۔ جو قلم میں قوت علم میں وسعت اور ترتیب دلائل کی قدرت رکھتے ہیں ۔ مگر آپ نے ازراہِ کرم مجھے یہ عزت عطا کی ۔

میرا یہ تشکّر و امتنان محض اسی وجہ سے نہیں کہ آپ ہمارے آقا اور مَیں ایک ادنیٰ غلام ہوں ۔ نہیں بلکہ امر واقعہ یہی ہے ۔ کہ یہ شکر گذاری اسی فضل کی وجہ سے ہے ۔ جسکو مہدی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎ منت نہ کہ بخدمت گذاشت

اللہ تعالےٰ آپ کو ہماری ہدایت اور راہنمائی کے لئے اسوقت تک ہمارے سروں پر رکھے ۔ جبکہ ہمارے اندر وہ روح نفخ ہوجائے جو آپ چاہتے ہیں ۔ کہ قوم میں پیدا ہو ۔ اور مسلمانوں کو جس منار بلند تر پر پہنچنا مقصود وہ اس روشن چٹان پر جا پہنچیں ۔

اے سمیع الدعا، خدا ! تو نورالدین کی دعائیں اسلام اور اہل اسلام کے حق میں سُن اور اس نافع الناس وجود کو تمکین دین کے لئے حیات طیّبہ عطا فرما ۔ اور ہمیں توفیق دے ۔ کہ ہم اُس کی دردمندانہ ہدائتوں پر عمل کرسکیں ۔ اُسپر اور اس کی اولاد اور اہل بیت پر بڑے بڑے فضل نازل فرما ۔ جسطرح پر تو نے اُسے قوموں کا باپ بنا دیا ہے ۔ اس کی اولاد میں بھی ایسے پاک نفوس پیدا کر جو دنیا کے لئے نور ہوں ۔ آمین ۔

ایک بات اور بس ۔ مَیں ختم کرتے ہوئے ناظرین سے ایک التماس کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ وہ اس کتاب کو صرف اس لئے پڑھیں ۔ کہ اس میں اظہار حق کے لئے ایک کوشش کی گئی ہے ۔ وہ اس خیال سے ورق گردانی نہ کریں ۔ کہ یہ کسی عالم کی کتاب ہے ۔ کیونکہ اس پہلو سے وہ اسمیں کچھ نہ پا سکیں گے ۔

قاضی صاحب بھی اگر ٹھنڈے دل سے اپنے بستر پر لیٹ کر تنہائی کی گہرائیوں میں اپنی کتاب کو سامنے رکھ کر خدا کی رضاء کے لئے اس کو پڑھیں ۔ اور جواب دینے کی فضول کوشش کے خیال کو سر سے نکال کر دیکھیں تو کیا عجب اللہ تعالیٰ ان پر رحم کردے ۔

میں اگر اپنے ناظرین سے یہ درخواست کروں کہ اس کتاب کو پڑھ کر خاکسار کے حق میں دعاء خیر کریں تو بے جا نہیں ۔ کہ اللہ تعالےٰ وہ موت نصیب کرے جسکی وصیّت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کی تھی ۔ یعنی لا تموتنّ وانتم مسلمون

اور اپنے فضل سے اپنی رضاء کے مقام پر اٹھادے اور دنیا میں صداقت کی تائید و حمائت کا جوش اور صادقین کی صحبت اور حشر میں زمرہ صادقین میں اٹھادے ۔ اور میری اولاد کو صالح اور خادم دین اور نافع الناس اور متقی بنادے ۔ آمین

مولائے کریم مَیں نے یہ چند اوراق تیرے صادق و مصدوق مامور مہدی و مسیح کی تائید کے لئے تیری رضا کے واسطے لکھے ہیں ۔ تو انہیں شرف قبولیت عطا فرما ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان

(از الحکم ۱۵ر جولائی ۱۹۱۲ء)

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی دعوۂ ولیمہ

آج ۲۵ر جنوری ۱۹۳۹ء کو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی دعوت ولیمہ دی ۔

اس دعوۃ میں تیرہ سو مردوں اور خواتین کو شمولیت کا فخر حاصل ہوا ۔ خواتین کو دارالمسیح میں مدعو کیا گیا تھا ۔ جہاں خاندان حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کی معزز خواتین نے اور نصرت گرلز ہائی سکول کی طالبات نے مہمانوں کی خدمت اور تواضع کی اور کھانا کھلانے کا انتظام کیا ۔

مرد کوٹھی دارالحمد میں مدعو تھے ۔ جہاں کھانا کھلانے کیلئے انتظام بہت سے دوستوں کے سپرد تھا جنمیں ہائی سکول کے بعض اساتذہ اور مجاہدین تحریک جدید ، جامعہ احمدیہ کے بعض طلباء نمایاں طور پر کام کرتے نظر آرہے تھے ۔

تقسیم طعام کی اعلیٰ نگرانی کے کام پر حضرت میر محمد اسحاق صاحب بابو سراج الدین صاحب اسٹیشن ماسٹر ۔ ماسٹر حکیم محمد طفیل صاحب وغیرہ احباب جنہوں نے اپنی مسلمہ قابلیت کی وجہ سے نہایت حسن وخوبی سے اس بڑی خدمت کو آسانی سے سرانجام دیا ۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ جو سلسلہ کے علماء میں سے ہیں ۔ اور ہمارے دارالقضاء کے انچارج بھی ہیں ۔ ان کو خدا تعالیٰ نے کھانا پکوانے کا ایسا سلیقہ دیا ہے ۔ کہ جس عمدگی سے وہ بڑی سے بڑی دعوتوں کا انتظام کرسکتے ہیں ۔ اور کوئی مشکل سے کرسکے گا ۔

چنانچہ سالانہ جلسے کی تقریب پر جسپر ہزارہا آدمی بیک وقت کھانا نوش کرتے ہیں ۔ مولوی صاحب کی قابلیت اور حسن انتظام کی وجہ سے وقت پر کھانا حاصل کرلیتے ہیں ۔ آج کی دعوت کیلئے تیرہ سو اشخاص کا کھانا پکوانے اور پھر تقسیم میں قابل قدر خدمت سرانجام دی ۔ اللہ تعالےٰ سب احباب کو جزائے خیر دے ۔

مدعوئین کے نام ایک دعوتی کارڈ جاری کیا گیا تھا جو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تھا ۔ جس کا حسب ذیل مضمون تھا :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم مرزا مبارک احمد سلمہ اللہ تعالےٰ کی دعوۃ ولیمہ میں شرکت کیلئے ۲۵ر جنوری ۱۹۳۹ء بروز بدھ بوقت بارہ بجے دوپہر بیت الحمد میں تشریف لاکر ممنون فرمائیں ۔

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیحؑ

اس دعوۃ میں صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوا صدر انجمن کے کارکن بمع مدرسہ جات کے سٹاف کے شامل تھے ۔ نیز واقفین تحریک جدید شامل تھے ۔ اور محلہ جات سے حسب ذیل تعداد تھی ۔

مسجد مبارک ۵۰ — مسجد اقصیٰ ۱۰
مسجد فضل ۲۰ — مسجد ریتی چھلہ ۲۰
دارالانوار ۵ — ناصر آباد ۱۰ — دارالعلوم ۳۰
دارالفضل ۵۰ — دارالرحمت ۵۰ — دارالبرکات ۳۰
دارالسعت ۵

اس کے علاوہ محلہ دارالصحت کے نومسلمین بھی مدعو تھے ۔ اردگرد کے دیہات ننگل ، بھینی ۔ کھارا ۔ قادر آباد ۔ احمد آباد سے بھی لوگ مدعو تھے ۔ نیز مہمان خانہ کے بہت سے مہمان ۴۳

۴۳ مسلمان ۔ عہدہ دار حکومت بھی شریک ہوئے ۔ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے دعوت کے بعد دعا فرمائی ۔ اور یہ مسرت افزا تقریب اسطرح تکمیل کو پہنچی ۔ الحمدللہ

خدا تعالےٰ کی ہستی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل کی ترقی

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مولوی فاضل۔ بی۔ اے۔ ابن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی شادی کے موقعہ پر حضرت نواب محمد علی خانصاحب کی کوٹھی دار السلام میں ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء کو جو مجمع ہوا۔ اس میں موقعہ کی مناسبت سے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے حسب ذیل مختصر تقریر فرمائی۔ (ایڈیٹر)

آج سے پچاس سال قبل اس بستی میں یہ نئے محلے اور نئی آبادیاں نہیں تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر بار سے علیحدگی اختیار کر کے الگ ایک حجرہ میں بیٹھے رہتے تھے۔ اپنے خاندان کے لوگوں کی نظروں میں کوئی وجاہت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہ تھی۔ ایک ایسا انسان جس کے متعلق باپ بھی مایوس ہو کر کہتا تھا۔ کہ کسی کام کا نہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ کا جلوہ ظاہر ہوا۔ ایسے وقت میں جبکہ کامیابی اور ترقی کے کوئی ظاہری اسباب نہ ہوں۔ آپ (علیہ السلام) نے اعلان کیا۔ کہ خدا نے مجھے بتایا ہے۔ تریٰ نسلاً بعیداً تو اپنی دُور کی نسل دیکھیگا۔ اور معزز خاندان سے تیری بیوی آئیگی۔ تیری موعود نسل چلے گی یہ ایسی باتیں تھیں۔ جو یا تو کوئی مجنون کہہ سکتا ہے۔ یا وہ جس کو یہ یقین ہو۔ کہ یہ باتیں مجھے خدا نے بتائی ہیں۔ آپ نے اسوقت ان باتوں کو شائع کیا۔ دنیا نے جب انہیں سُنا۔ تو استہزاء کیا تمسخر کیا۔ اور کہا۔ کبھی ایسا نہیں ہوسکتا۔ چند سال میں خاتمہ ہو جائیگا۔ مگر ہُوا کیا۔ یہ کہ وہ اکیلا تھا۔ لوگ اُس کے پاس آنے لگے۔ ہر طرف سے آئے ہر طبقہ کے لوگ آئے۔ اور روز بروز یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔ قادیان جو ایک کور دِہ تھا۔ جو کوئی علمی جگہ نہ تھی۔ جہاں کوئی علوم حاصل کرنے کا سامان نہ تھا۔ کوئی مدرسہ نہ تھا۔ اس میں ایک طرف تو دُور دُور سے لوگ آکر بسنے شروع ہو گئے۔ اور دوسری طرف تریٰ نسلاً بعیداً کی صداقت ظاہر ہونے لگی۔ اور آج یہ حالت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت آج تو گنی جا سکتی ہے۔ مگر پچاس ساٹھ سال کے بعد نہ گِن سکیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ابتدائی حالت کو مدِ نظر رکھو۔ پھر آپ کے اس اعلان کو دیکھو کہ تریٰ نسلاً بعیداً تیری نسل پھیلیگی۔ پھر اس نسل کا پھیلنا دیکھو اور اندازہ لگاؤ۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کا کتنا بڑا نشان ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے ایک بیج ہو۔ جس کے اُگنے کی کسی کو امید نہ ہو۔ دشمن اس کے روندنے کیلئے کھڑا ہو۔ پانی میسّر آنے کی کوئی اُمید نہ ہو۔ جہاں اسے بویا جائے۔ وہ زمین اچھی نہ ہو۔ باوجود ان حالات کے وہ بیج اُگے۔ تناور درخت بن جائے۔ اور لاکھوں انسان اس کے سایہ کے نیچے آرام پائیں۔ آج جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خاندان کی ترقی اور قادیان کی شہرت ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ آج ہی کے اس مجمع کو دیکھو۔ یہ شرفاء کا مجمع۔ یہ اہل علم کا مجمع۔ یہ دیندار لوگوں کا مجمع۔ یہ دین کے خادموں کا مجمع ایسا ہے جس میں کوئی جھنگ کا ہے۔ کوئی گجرات کا۔ کوئی پشاور کا۔ کوئی غیر ممالک کا ہے۔ ان کے چہروں سے ان کا معزز ہونا اور عالم ہونا ظاہر ہے۔ اس پاک سوسائٹی کا جمع ہونا۔ قادیان جیسے گمنام گاؤں میں جمع ہونا خدا تعالیٰ کی ہستی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر اتنا یقین پیدا کرتا ہے۔ جو کسی اور صورت میں پیدا نہیں ہوسکتا۔

سابقہ انبیاء کو جو معجزے دیئے گئے۔ ان میں ایسے معجزے تھے۔ جن کو اس وقت دیکھنے والے متأثر ہوتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی ایسی ہے۔ کہ پیشگوئی کرنے والا موجود نہ ہو۔ تو بھی پوری ہو کر ایمان بڑھا رہی ہے۔ پس یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ چونکہ یہ علمی زمانہ ہے۔ اس لئے اس زمانہ کے نبی کو وہ معجزہ دیا گیا۔ جو علمی معجزہ ہے۔ اور بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس کے پورا ہونے پر ہم ...جتنا بھی خدا تعالےٰ [illegible] کم ہے۔ (الفضل)

ہمارا سالانہ جلسہ

(۳)

سالانہ جلسہ میں نظارت ضیافت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی فتوحات اور کامیابیوں کی خبریں اور بشارتیں دینی شروع کیں۔ تو فرمایا۔

یاتون من کل فج عمیق۔ وسع مکانک۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ ولا تصعر لخلق اللّٰہ ولا تسئم من النّاس

اور یہ وہ دن تھے جبکہ حضور دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ تھے۔ اور نہ کوئی قادیان کو جانتا تھا۔ آپ ایک گوشہ تنہائی و گمنامی میں پڑے ہوئے تھے۔ اسوقت خدا نے اپنے اس بندے کو پکارا اور کہا۔ کہ اب دنیا کی باگ ڈور تیری طرف پھیر دی گئی۔ اس لئے لوگ دنیا کے کناروں سے تیری طرف آرہے ہیں۔ اپنے مکانوں کو وسیع کر تا وہ مہمان ان میں سما سکیں۔ اور جب یہ مخلوق تیرے پاس آئے۔ تو تو ان کے ملنے سے تھک نہ جانا۔ اور نہ ملول ہونا۔ اسوقت کون جانتا تھا۔ کہ یہ بشارت اسقدر وسعت اپنے اندر پیدا کریگی۔ کہ جسکا تصور آج سے پچاس سال قبل کرنا ناممکن تھا۔ کہ ابھی نصف صدی بھی نہ گزریگی کہ دیکھنے والے دیکھ لیں گے۔ کہ آنے والے ریلوں پر۔ موٹروں پر۔ سائیکلوں پر۔ گھوڑوں پر۔ تانگوں پر اور پیدل چلکر آئیں گے۔ اور قادیان کی زمین کو ارض حرم کی طرح انسانوں سے بھر دینگے۔ ان بشارتوں کے بعد خدا کے مسیح کے پاس لوگوں کی آمد شروع ہوئی۔ اور آپ خود ہی ان کی مہمان نوازی کا انتظام فرماتے۔ ادھر وہ زمانہ عسر اور تنگی کا تھا۔ تب خدا نے خود اپنے فضل سے اپنے مسیح کے دل سے تمام بار اٹھا دیا۔ اور آپ کو یوں تسلی دی۔ فرمایا۔

”عرصہ اٹھائیس برس کا گذرا ہے۔ کہ میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا۔ جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اور اسکے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا۔ جو نہایت چمکیلا تھا۔ وہ نان اسنے مجھے دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ نان تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔“

”یہ اس زمانہ کی خواب ہے۔ جبکہ میں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا۔ اور نہ میرے ساتھ درویشوں کی کوئی جماعت تھی۔ مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے۔ جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے۔ اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے قادیان اور اپنے قدیم دوستوں اور

اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کیلئے میری ہمسائگی میں آآباد ہوئے۔ اور نان سے میں نے یہ تعبیر کی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا خود متکفل ہوگا۔ اور رزق کی پریشانگی ہم کو پراگندہ نہ کریگی۔ چنانچہ سالہا سال دراز سے ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۹ نزول المسیح صفحہ ۲۰۶)

پس خدا نے اپنے مسیح کے سارے فکروں کو دور کرنے کیلئے خود ایک فرشتہ کے ہاتھ وہ سفید نان بھیج دیا۔ جو مسیح اور اس کے ساتھ کے درویشوں کیلئے تھا۔ حضورؑ نے ان مہمانوں کی مہمان نوازی کا انتظام اپنی زندگی میں بہت عرصہ اپنے ہاتھ میں رکھا۔ وہ بھی ایک زمانہ تھا۔ کہ ہر قسم کا کھانا اندر ہی تیار ہوتا تھا۔ اور روٹی باہر تنور پر لگوائی جاتی تھی۔ خدا کا مسیح بطور مہمان نواز کے خود اپنے مہمانوں میں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتا۔ اور ان لوگوں کو جو اس کی دید کے بھوکے تھے۔ اس جسمانی غذا کے ساتھ آسمانی مائدہ کی وہ روحانی غذا لٹاتا۔ کہ وہ نہ صرف سیر ہو جاتے بلکہ تازگی اور تری ان کے ناخنوں تک سے بہہ نکلتی تھی۔ چھوٹی چھوٹی کٹوریاں اور مٹی کے آبخورے سادگی کا وہ عجیب منظر کہ جس پر دنیا کے تکلفات نثار و قربان ہوں۔ پاس بیٹھے ہوئے مہمانوں سے یہ شفقت کہ اپنے سامنے سے اٹھا اٹھا کر گوشت کی بوٹیاں اپنے مہمانوں کے سامنے رکھتے۔ اور آپ خود اس مسرت اور خوشی میں سرشار کہ خدا کے وعدے پورے ہوئے۔ اور اس کی بھیجی ہوئی مخلوق اس کے دروازے پر آ پہنچی۔ آنیوالے بڑھتے گئے۔ اور خدا کا نان بھی ہزاروں کیلئے بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ مسیحؑ کی زندگی میں وہ وقت آگیا۔ کہ ایک رات خدا کا نبی رات کے بارہ بجے جبکہ دنیا سوئی ہوئی تھی ام المومنین کو یوں مشورہ فرما رہا تھا۔ کہ "لنگر خانہ کا اب ماہواری خرچ پندرہ سو سے بھی بڑھ گیا ہے۔ کیا قرضہ لے لیں ؟"

اللہ اللہ! کیا درد اور کیا فکر۔ اور خدا کے بھیجے ہوئے مہمانوں کیلئے کیا کرب تھا۔ جو آرام نہیں کرنے دیتا تھا۔ نصف رات گذر گئی ہے۔ اور خدا کا نبی اپنے مہمانوں کیلئے بیقرار ہے۔ خدا کو اس بیقراری کا خود پاس ہوا۔ اور صبح کی نماز کے وقت آسمان سے تسلی نازل ہوئی۔ الیس اللہ بکاف عبدہ۔ التقنطوا من رحمۃ اللہ۔ الذی یربیکم فی الارحام۔ یعنی ہم نے تمہاری ساری فکریں اپنے ذمہ لے لیں۔ تم خرچ کرو اور خوب کرو۔ اور پھر ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا:۔

یاایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر

یہ ہے وہ لنگر

جو خدا کے بھیجے ہوئے مہمانوں کی خدمت کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ اور جس کے آداب میں یہ دکھا گیا تھا۔ کہ مکانوں کی وسعت کرتے چلے جاؤ۔ دنیا آئیگی اور آئیگی۔ بڑھتی جائیگی اور بڑھتی جائیگی حتیٰ کہ اسقدر ہو جائیگی۔ کہ ان کی کثرت گھبراہٹ میں بھی ڈال سکتی ہے مگر اس کے اخراجات کا انتظام خود خدا کریگا۔ گویا یہ اسکی رحمت کے نشانوں میں سے ایک نشان ہوگا۔ اسلئے انتظام ہر طرح مکمل ہو۔ اور کوئی بھوکا نہ رہے۔

خدا کے مسیحؑ کے بعد اس کے خلفاء کا زمانہ آیا۔ اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس دور فاروقی میں جب کام کی کثرت اسقدر ہو گئی۔ کہ ایک شخص سارے کاموں کو سنبھال نہ سکتا تھا۔ تب نظارتوں کا وجود عمل میں آیا۔ اور ان نظارتوں میں سے ایک نظارت ضیافت قائم ہوئی۔

ناظر ضیافت دیکھنے کو کھانے پینے کا انتظام کرنے والا شخص ہے مگر سچ پوچھو تو

وہ اپنے منصب میں اس خدمت کو سرانجام دے رہا ہے۔ جو خدا کا نبی اور مسیح اپنی زندگی میں خود اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتا رہا۔ ناظر ضیافت مامور ہے حضرت امام کی طرف سے کہ ان تمام ہدایات ربانی کا پابند ہو کر ارض حرم میں آنیوالوں کیلئے اس سفید نان کو تقسیم کرے۔

وہ ذمہ وار ہے۔ کہ کسی کو بھوکا نہ سونے دے۔ وہ ذمہ وار ہے۔ کہ کسی سے کبیدہ خاطر اور ملول ہو کر بات نہ کرے۔ وہ جاگے اور دنیا سوئے۔ اور ہر شخص کا پورا احترام کرتے ہوئے اسکی راحت کا انتظام کرے۔

چنانچہ میں سالہا سال سے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ کہ ناظر ضیافت کو سالانہ جلسہ پر کہیں مہمانوں کے مکانوں کیلئے وسیع مکانات کی ماتحت فکر ہے۔ فہرستیں بن رہی ہیں۔ آدمی دوڑ رہے ہیں۔ اور کرید کرید کر جگہ تلاش کی جا رہی ہے۔ ہر شخص سے کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارے مکان میں اسقدر گنجائش ہے تم اتنی جگہ کیوں دیتے ہو؟۔ اسقدر جگہ دو۔ کبھی ان مہمانوں کے لئے پرالی اور کسیر کا انتظام ہو رہا ہے۔ جنگلوں اور نشیب مقامات پر گھوڑے دوڑ رہے ہیں ہر جگہ کے متعلق پوچھ ہو رہی ہے۔ کسیر کیلئے کہیں قیمتیں ادا کی جا رہی ہیں۔ کہیں دوست واحباب پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے محبت سے پیار سے۔ زور سے۔ تقاضے سے خطوط کے ذریعہ۔ آدمی بھیج کر یہی مطالبہ ہو رہا ہے۔ کہ کسیر لاؤ۔ کسیر لاؤ۔ تا وقت پر تنگی نہ ہو۔ اور ضرورت پر کمی نہ ہو جائے۔ کہیں سٹور کے انتظام پر آدمی لگ رہے ہیں۔ تاکہ پختہ برتن صاف کریں۔ اور کچے برتن منگوائے جائیں۔ رسد اکٹھی کی جائے۔ گھی شکر۔ آٹا۔ دال۔ چاول۔ نمک مرچ۔ لکڑی وغیرہ اشیاء کے جمع کرنے کی فکر ہے۔ لوگوں سے باتیں ہو رہی ہیں۔ ٹنڈر طلب کئے جا رہے ہیں۔ کہیں سے ایک پیسہ دو پیسہ حتیٰ کہ ایک پائی ہی کیوں نہ ہو۔ فی روپیہ بچت ہو جائے۔ اور خدا کے لنگر کی رقم ضائع نہ ہو۔ ان ایام میں ناظر ضیافت کی مثال

یک سر ہزار سودا

کی ہوتی ہے۔ اسے نہ اپنے کھانے کا فکر نہ اپنے سونے کا فکر۔ نہ کپڑے بدلنے کا فکر۔ اس کے دماغ کے ہر گوشے میں ایک ہی چیز غالب ہوتی ہے۔ کہ مہمانوں کو آرام ملے۔ یہ باتیں تو جلسہ سے قبل ہوتی ہی ہیں۔ جلسہ آیا۔ تو اب صورت اور نوعیت بدل گئی۔ جُدا جُدا مذاق اور خیال کے لوگ آتے ہیں۔ بعض گوشتوں میں تفریق کرتے ہیں۔ کہ فلاں ہو اور فلاں نہ ہو۔ بعض روٹی کھاتے ہیں اور چاول نہیں کھاتے۔ بعض چاول کھاتے ہیں اور روٹی پسند نہیں کرتے۔ بعض نمک اونچا استعمال کرتے ہیں۔ بعض قدرے کم۔ بعض گرم پانی کھانے میں استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض ٹھنڈا بعض بیمار ہوتے ہیں اور بعض تندرست۔ جس کے گھر میں دو مہمان ہوں۔ وہ بھاگ کر چور ہو جاتا ہے۔ اور جو ہزارہا مہمانوں کا ذمہ وار ہو اس کا کیا حال ہونا چاہیئے۔ ہر دیدہ بینا اُسکا تصور کرسکتا ہے۔

ناظر ضیافت

کا انتظام کئی لنگروں میں کئی حلقوں میں اور کئی محلوں اور گلی کوچوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مہمان جن کی مدارات اس کے ذمہ ہے وہ قادیان کے گھر گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے دفتر میں آنے جانے والوں کا تانتا سا لگ رہا ہے۔ مہمانوں کے آرام کیلئے بیسیوں دفتر اور ادارے کھول رکھے ہیں۔ کوئی مکانوں کا ذمہ وار ہے۔ کوئی پانی کا۔ کوئی روشنی کا۔ کوئی صفائی اور کوئی کھانا کھلانے کا کوئی مردم شماری کا۔ کوئی کھانا پکوانے کا۔ کوئی روٹی پکوانے کا۔ کوئی کھانا تقسیم کرانے کا۔ اور کوئی روٹی تقسیم کرانے کا۔ کوئی ان دفتروں کیلئے انسپکٹر ہے۔ اور کوئی نگران اور کوئی محافظ ہے۔ الغرض بیسیوں دفتر اور ادارے کھلے ہیں سینکڑوں آدمی کام پر لگے ہوئے ہیں۔ سب کے قدم تیز تیز ہیں۔ دوڑ رہے ہیں۔ بھاگ رہے ہیں۔ اور گھبرا رہے ہیں کہ کس طرح مہمانوں کی خدمت اور راحت کا انتظام ہو سکے۔

ناظر ضیافت اپنے دفتر کی میز پر بیٹھا ہے۔ حکم پر حکم لکھ رہا ہے۔ ہر محکمے سے ٹیلیفون کر رہا ہے۔ ہر گاڑی کے مہمانوں کی آمد پر اس کی نظر لگ رہی ہے۔ جہاں اسے یہ فکر ہے کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہے۔ وہاں یہ فکر بھی ہے۔ کہ ایک روٹی تک ضائع نہ ہو۔ اس کی ساری قوتیں اور ساری طاقتیں اس انتظام میں لگی ہوئی ہیں۔ اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ جلسہ کب آتا ہے اور کب چلا جاتا ہے۔ وہ ان ایام میں یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ دن کب چڑھتا ہے۔ اور رات کب پڑتی ہے کیونکہ اس کا دفتر چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے۔ اور وہ اور اسکے نائب ہر وقت وہاں موجود رہنے پر مامور ہیں۔ یہ ایک مختصر خاکہ ہے اس خدمت اور جان سوزی کا جو ان ایام میں ناظر ضیافت کو اٹھانی پڑتی ہے۔ اور باہر سے آنے والے مہمان اس جان سوزی سے غالباً واقف بھی نہ ہوتے ہونگے چونکہ اس دفعہ ہمارے آقا نے مہمانوں کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ ناظروں سے ملیں اور ان کے کام کو دیکھیں۔ اس لئے میں نے بھی کوشش کی کہ ایڈیٹر کی آنکھ اور قلم سے ناظر ضیافت کے کام کو پیش کرنے کی سعی کروں۔ ناممکن ہے۔ کہ آئندہ سال بہتوں کو دیکھنے کا موقعہ ملے۔

سالہا سال سے یہ خدمت حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے سرانجام دی اور جس حسن وخوبی سے انجام دی۔ اس کا اعتراف ہر شخص کو کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور ان کو اس خدمت کے سرانجام دینے کے بیسیوں مزید موقعے دے۔ اس سال میرے محترم خانصاحب فرزند علی خانصاحب کے حصے میں یہ سعادت آئی۔ میں جہاں تک ان کو جانتا تھا۔ یہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ ٹھوس اور آہستہ کام کرنے والے ہیں۔ ہنگامی کام شاید وہ نہ کرسکتے ہوں۔ میں نے دیدۂ تصور سے اُن کے لنڈن کے کام کو دیکھا تھا۔ اور ان کے اس کام کا بھی مشاہدہ کیا تھا۔ جو امور عامہ میں انہوں نے سرانجام دیا۔ میں نے ان کی مالی تحریکات اور ان میں انتظام کی باریک خوبیاں دیکھی تھیں مگر ان کو ہنگامی کام میں پڑے ہوئے کبھی نہ دیکھا تھا۔۔۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر پبلشر و پرنٹر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔